



## حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بیہڑہ کی عظیم ائشان عمارت کی مومنت دارالعلوم عزیزم بیہڑہ کا اجراء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام - یتیم خانہ - دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کیلئے مسلسل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بیہڑہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل فرما لیں -

انتظار احمد بٹوی کان اللہ

(امیر حزب الانصار بیہڑہ پنجاب)

بِسْمِ الرَّبِّ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

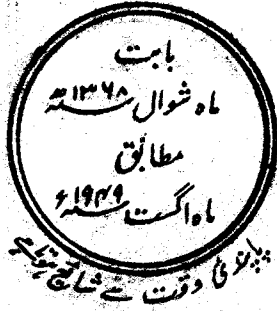
تحت لائے

مولانا الحاجہ افتخار احمد صاحب گویہر خٹک انصار بھڑہ

مدیر مسئول  
امام حسین

ممبر سلاطین  
عزم ہے -  
معاذین ہے -  
طلبہ ہے -





# ماہنامہ



# شمس الاسلام



اسراکان اداسی  
سید سیاح الدین کا کاخیل  
پہنڈیر اسحق میہٹی



زیر لاندہ

عوام سے .....  
معاونین سے .....  
طلبہ سے .....  
فی کاپی ..... ۴۰

۱ بزم انصار ..... ادارہ

۲ شذرات ..... ادارہ

۳ نغمہ توحید (نظم) .. مولانا اسحاق فضلکیم صاحب

۴ تعلیمات اسلامی ... محترم مولوی غلام محمد رضا

۵ مؤمن (نظم) ... محترم نقیہ خاں خاں

۶ مرزا غلام احمد قادیانی  
ادارہ

کاندھرب

۷ اشتراکیت اور مذہب  
ادارہ

واخلاق

۸ فلسفہ اجتماعیت ... محترم محمد فاروق صاحب

۹ عرفان قرآن ..... محترم مولوی خدا بخش صاحب



نرم

انصار

مژدہ جانفزا

طالبانِ علوم و دینیہ کو اس مژدہ جانفزا  
 سے خورسند کیا جاتا ہے کہ دارالعلوم غزنیہ کا  
 داخلہ چھ شوال سے بیس شوال المکرم تک کھلا  
 رہیگا فنون کے علاوہ دورہ حدیث شریف  
 بھی حسب سابق پڑھایا جائیگا۔ بیرونی  
 طلباء کے سبق و طبق کا انتظام انصار  
 کی طرف سے ہوگا

(ناظم دارالعلوم غزنیہ)

# شذرات

(اداسرا)

پاکستان میں دینی کتب خانے | تقسیم ملک سے جس طرح غربی مدارس اور دینی مراکز اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے ادارے زیادہ تر

اُس حصہ ملک میں رہ گئے جواب انڈیا کے نام سے موسوم ہے۔ اسی طرح اکثر مذہبی، دینی، علمی تبلیغی کتابوں کے شائع کرنے والے ادارے، مطابع و مکاتب بھی اس طرف رہ گئے۔ اب پاکستان میں جس طرح طلبہ علوم دینیہ کی روز بہ روز کمی ہے۔ دینی مدارس کا دیبا شاندار انتظام نہیں۔ اسی طرح تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، اور فنون ادبیہ کی کتابوں کی یافت بھی مشکل ہو گئی ہے۔ جس قدر درسی اور غیر درسی کتابیں اہل علم کے استعمال میں آتی تھیں۔ وہ سب دہلی، دیوبند، کانپور وغیرہ کی مطلوبہ تھیں۔ اور اب ذرائع آمد و رفت کی مشکلات کی وجہ سے ان کا وہاں سے آنا ناممکن ہو گیا ہے۔ ان کتابوں کی نایابی سے اہل علم کو سخت مشکلات کا سامنا پڑ رہا ہے۔ مشرقی پنجاب میں بشپار کتب خانے ظالم و جاہل سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گئے۔ اور وہاں کے اہل علم حاجرین عمر بھر کے علمی اندوختوں اور کتابوں کے انباروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو کر خالی ہاتھ پاکستان آئے۔ ادھر ادھر کوششوں سے بعد از خرابی بسیار دوسری ضروریات زندگی تو میسر کر سکے۔ اور حسانی غذا و تربیت کا سامان تو کم و بیش فراہم کیا۔ مگر روحانی غذا و تربیت کے لئے اب تک انہیں کوئی سامان دستیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ پاکستان میں ان مذہبی کتابوں کا کوئی تجارتی کتب خانہ، مطبع اور ادارہ نہیں۔ جن لوگوں کو پاکستان میں کتابوں کی نایابی کی اس کمی کا اور اس کی وجہ سے پاکستان کی بنیادی کا احساس ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک اسلامی مملکت کہلاتے ہوئے اسلام کی کتابوں سے خالی نہ رہے۔ وہ اپنے اخلاص اور تہیہ دستی کی وجہ سے اس کا کچھ علاج نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کتابوں میں سے ایک ایک کتاب کی اشاعت پر ہزاروں روپیہ خرچ پڑتا ہے۔ اول تو ان کے پاس اس قدر اخراجات کی گنجائش نہیں۔ اور اگر قرض لیکر کوئی کتاب شائع کریں تو پھر عام طور سے قوم میں دین اور دینی فوق سے بعد کی وجہ سے یہ امید نہیں کہ وہ جلد از جلد فروخت ہو کر اس کا راس المال بھی حاصل کر سکیں۔ آج کل فلمی رسالوں، ناولوں، ڈراموں، فحش ادبی مضامین و مقالات کے خریدار تو لاکھوں ہیں اور اس قسم کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں۔ لیکن ٹھوس علمی کتب اور تفسیر و حدیث کے مجموعوں کی خریداری کے لئے آگے بڑھنے والا کوئی نہیں۔ الا ماشاء اللہ

الغرض پاکستان بنایا تو گیا تھا اس نظریہ کی بناء پر کہ ایک خود مختار علیحدہ مملکت میں مسلمانوں کو یہ موقع حاصل ہوگا کہ وہ اپنی تہذیب و تمدن، معاشرت و ثقافت کو نہ صرف محفوظ رکھ سکیں گے۔ بلکہ وہ اسلام کی ہر چیز کو بیش از بیش ترقی دیں گے، پاکستان ان وعدوں کے ساتھ حاصل ہوا۔ مگر اب اس پاکستان میں ہر غیر اسلامی چیز کو فروغ حاصل ہے اور اس کے لئے ترقی کا میدان وسیع ہے۔ لیکن اسلام کا کوئی شعبہ اور اسلامی روایات ثقافت و تمدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس کے متعلق ترقی رکھی جاسکتی ہے کہ غلام ہندوستان سے اب اس آزاد پاکستان میں اسے زیادہ اجاگر ہونے اور ترقی یافتہ ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ غلامی کے دور میں ہزار ہا مشکلات برداشت کر کے مجلس و تہذیب مولویوں نے اسلام کے ان آثار و علامات کو محفوظ کیا۔ لیکن اب آزادی کے اس ”روشن دور“ میں ان کو بھی موقع حاصل نہیں۔ جو لوگ مسند اقتدار پر قابض ہیں، ذہام کار جن کے ہاتھ میں ہے وہی لوگ ملک کو جس رنگ میں رنگنا چاہیں رنگ سکتے ہیں۔ اور جس علم و فکر کو، اور جس تہذیب و تمدن اور طرز و انداز کو وہ فروغ دینا چاہیں فروغ دے سکتے ہیں۔ ارباب اقتدار مغرب گزیدہ اور یورپ کے شاگرد ہیں۔ اس لئے انکو فرنگی کی ہر چیز سے محبت ہے۔ اور ملک میں اسکو رائج کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلامی علوم و فنون کے ساتھ انکا نہ کچھ تعلق و الفت ہے اور نہ ان کی ترقی و ترویج کے ساتھ انکی کوئی دلچسپی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان حالات میں علوم دینیہ کے احیاء و ابھار کی توقعات کہاں پوری ہو سکتی ہیں۔

تمہیں کہو کہ گزرا صحنہ پرستوں کا پتہ توں کی ہو اگر ایسی ہی فو تو کیو نہ ہو

اگر آج حکومت کی پالیسی یہ ہو جائے کہ علوم دینیہ کی قدر و منزلت ہو اور قرآن و حدیث کے جاننے والوں کو ”تعلیم یافتہ“ قرار دیا جائے۔ تو آپ دیکھیں گے کہ چند سال کے اندر ہی اندر ان دینی کتابوں کی اشاعت کے ادارے قائم ہوں گے۔ تجارتی کتب خانے کھولے جائیں گے۔ اور ہر شہر اور ہر قصبہ میں یہ کتابیں بہ آسانی دستیاب ہو سکیں گی۔ کیونکہ تاجر اس چیز کو بازار میں لاتے ہیں جس کی مانگ ہوتی ہے۔ آج کل قوم میں ان کتابوں کی قوت خرید نہیں۔ نہ کسی کو اسکی طلب۔ اس لئے تجارت پیشہ ماکان مطالب و مکاتب کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنا سرمایہ ایک ایسی جنس پر خرچ کر کے خسارہ اٹھائیں جس کی فروخت کی انہیں توقع نہیں۔

دیوبند کے ایک ممتاز عالم دین سے جو وہاں ایسی کتابوں کے مشہور طابع و ناشر تھے۔ اور

اب ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جو کچھ کتابوں کا مستقبل یہاں بہت تاریک نظر آ رہا ہے۔ آپ وہاں کی طرح یہاں بھی طبع و نشر کا یہ کام جاری رکھیں۔ بلکہ کتب احادیث کی اشاعت کا خاص اہتمام کیجئے۔ کیونکہ یہاں انکی بڑی سخت ضرورت ہے۔ فرمایا کہ

پاکستان میں مسلمانوں کے اندر ان کتابوں کے خریدنے، پڑھنے اور رکھنے کا ذوق آپ سدا رکھتے۔ تو پھر اشاعت کا کام میرے ذمہ، لیکن اگر میں ہزاروں روپیہ بے دریغ خرچ کر کے مثلاً مشکوٰۃ شریف طبع کر دوں اور پھر ہزاروں نسخے میرے مکان میں پڑے رہیں تو فائدہ کیا؟ پس جس عالم دین کو یہ احساس ہے کہ پاکستان میں کتابوں کی نایابی ایک نحوست ہے۔ اُس کو چاہیے کہ پوری ہمت کے ساتھ علوم دینیہ کی ترویج میں کوشش کر کے لوگوں میں ذوق مطالعہ پیدا کریں۔ اور جب لوگوں میں طلب صادق پیدا ہوگی تو خود بخود دکانیں کتابوں سے

بھر جائیں گی۔

## ہاری کمیٹی اور مسٹر مسعود کی اختلافی رپورٹ

صوبہ سندھ کے غریب اور فاقہ زدہ بین الاقوامی

ہاریوں کے حالات کی تحقیق کرنے اور ان کو بہتر بنانے کے لئے تین آدمیوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ جس کے ایک رکن مسٹر محمد مسعود پی۔ اے۔ ایس۔ تھے۔ آپ نے دواکان سے الگ اپنی رپورٹ لکھی حکومت سندھ نے اخبارات کے مطالبہ کے باوجود اسے شائع ہونے نہ دیا۔ رپورٹ کی اشاعت سے قبل ہی بعض اخبارات میں اس رپورٹ پر مولانا عبدالحامد بدایونی کی تنقید شائع ہوئی۔ وہ تنقید ہماری نظر سے تفصیلاً نہیں گذری۔ اس لئے معلوم نہیں انہوں نے کس انداز سے تنقید کی ہے۔ لیکن مولانا موصوف کے اس بیان پر اشتراکیت گزیدہ اخبارات خاص طور سے چن چن ہوئے۔ اور بعض نے مولانا کی شان میں فدا حدود سے تجاوز کر کے کچھ گستاخانہ کلمات کہے۔ البتہ محتاط اور سنجیدہ لوگوں نے اس وقت اتنا ہی کہا تھا کہ جب حکومت نے وہ رپورٹ ابھی عام طور سے شائع نہیں کی۔ تو مولانا بدایونی نے غیر شائع شدہ رپورٹ کا علم کیسے حاصل کیا۔ اور اُس پر تنقید و تبصرہ کیوں کیا۔ یہ اصولاً ایک غلط سی چیز ہے۔ باقی یہ کہ تنقید درست ہے یا غلط۔ مسٹر مسعود نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے صحیح لکھا ہے یا نہیں۔ یہ فیصلہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ ساری رپورٹ منظر عام پر نہ آجائے۔ غرض اخبارات نے بار بار اصرار کر کے حکومت سندھ کو مجبور کیا۔ چنانچہ اب اخبارات میں وہ رپورٹ شائع ہوئی ہے۔

مسٹر مسعود صاحب نے اپنی رپورٹ میں ہاریوں کی زبان حالی، مظلومیت، فاقہ کشی اور زمینداروں کے ہاتھوں اُنکی تباہ حالی کا پورا نقشہ کھینچا ہے۔ اور ان دردناک واقعات و حالات کو دیکھ کر ہر وہ انسان جس کے سینہ میں پتھر کا نہیں بلکہ گوشت کا دل ہے تڑپ اٹھے گا اور قدرتی طور سے اس کی ساری ہمدردی اُن مفلوک احوال محنت کش کسانوں کے ساتھ ہوگی۔

جو خون پسینہ ایک کر کے غلہ اگاتے ہیں۔ لیکن خود بھوکے رہتے ہیں اور شب و روز کی محنت کے کپاس مٹا کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تن پوشی کے لئے کوئی تارا ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اس داستان غم کے بعد پھر اس نے زمیندار کی زندگی کی ایک جھلک بھی دکھائی ہے کہ ”وہ ایک عیاش انسان ہوتا ہے جو کام نہیں کرتا اس کا باورچی خانہ ہر وقت گرم رہتا ہے۔ وہ شراب پیتا ہے۔ رنڈی نچاتا ہے اور عورت کا دلدادہ ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی دوسری برائیاں اس میں جمع ہوتی ہیں“ عام طور سے موجودہ غلط اور غیر اسلامی نظام میں کھانوں اور زمینداروں کے تعلقات کی جو حالت ہے۔ اور ہر جگہ ظلم و ستم اور زیر دست آزاری اور خدافرا موشی کی جو کیفیت ہے اس کو دیکھ کر سندھ کے باریوں اور وہاں کے زمینداروں کے مذکورہ بالا حالات و واقعات میں کوئی مبالغہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور مسٹر مسعود صاحب نے جو نقشہ پیش کیا ہے بالکل ٹھیک پیش کیا ہے۔ لیکن افسوس۔ ہے کہ ان برائیوں کا جو ایک حل وہ ”اسلامی حل“ کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت اسلامی حل نہیں۔ اچھا ہوتا کہ اسلامی حل معلوم کرنے کے لئے وہ اپنے ذہن پر اعتماد کرنے کی بجائے اُن علماء ربانین کی طرف رجوع کرتے جو نہ زمینداروں کے پروردہ ہیں اور نہ اشتراکیوں سے مرعوب، بلکہ وہ قرآن و حدیث پر حاوی ہونے کیساتھ ساتھ موجودہ معاشیات اور اس کی پیچیدگیوں سے بھی خوب واقف ہیں۔ اور بالکل خیر جانبدارانہ ٹھنڈے دل سے سوچ سکتے اور ہر طرح کی الجھنوں کو دور کرنے کی تدبیر کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صوبہ سندھ یا دوسرے صوبوں میں مخصوص قسم کی جاگیرداری یا خاص طرز کا زمیندارانہ نظام یقیناً غیر اسلامی اور ایک لعنت ہے۔ اور اس کو جلد از جلد ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس سلسلہ میں مسٹر مسعود صاحب نے جن دلائل سے کام لیا ہے اور جو تجویزیں اسلامی حل کے نام سے پیش کی ہیں ہم اُن کو بھی درست تسلیم نہیں کرتے۔ اور اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس رپورٹ میں اُن غلط جملوں کی نشان دہی کریں۔ رپورٹ میں مروج ہے۔ ”زمین کی ملکیت کے بارے میں قرآن پاک نے واضح طور پر کسان کی ملکیت کے حق میں فیصلہ دیا ہے“ حالانکہ قرآن پاک میں یہ نگہیں بھی واضح کیا اشارۃً بھی نہیں کہ کوئی ایسا شخص جو خود کاشت نہیں کرتا وہ زمین کا مالک نہیں بن سکتا۔ یہ تو درست ہے کہ زمین بلکہ ہر چیز کی ملکیت کے لئے خاص خاص طریقے مقرر ہیں۔ کہ ان کے علاوہ کسی اور طریقہ سے کوئی مالک نہیں بن سکتا نہ کاشتکار نہ غیر کاشتکار، لیکن ان مقرر کردہ حدود کے اندر زمین کا مالک ایک ایسا شخص بھی بن سکتا ہے جو خود کسی وجہ سے اس میں فی الحال کاشت نہیں کر رہا ہے۔

پھر لکھا ہے۔ ”قرآن پاک زمینداری نظام کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ زمین خدا کی ہے



اور اس کے ذریعہ مملکت کی - چنانچہ زمین کی ذاتی ملکیت ناجائز ہے - چونکہ زمین پر ایک فرد کی ملکیت نہیں قائم کی جاسکتی اس لئے کسی فرد کو زمین ٹھیکے پر یا بٹائی پر دینے کا بھی کوئی حق نہیں - خدانے ہمیں اجازت دی ہے کہ روزی حاصل کرنے کے لئے زمین کا استعمال کریں - اگر کسی شخص نے خود اپنی محنت سے کوئی زمین کاشت کی ہے تو وہ زمین اسکی ہے - اور اسوقت تک اسکی رہے گی - جب تک وہ کاشت کرتا رہے گا - اس لئے زمین اس کے قبضہ سے نہیں چھینی جاسکتی - مملکت کے عائد کردہ ٹیکس ادا کرنے کے بعد ہر شخص کی کمائی اپنی ہے اس پر کسی اور کا حق نہیں پہنچتا - ملکیت کی کوئی صرف ہونی چاہئے - کہ مالک نے زمین پر خود اپنی محنت صرف کی ہے یا نہیں -

یہ سارا بیان اسلامی نقطہ نگاہ سے غلط اور قرآن پاک کی طرف اسکی نسبت ایک اٹام ہے - زمینداری نظام سے مراد اگر یہ موجودہ ظالمانہ نظام ہے جس میں خدا کے مقرر کردہ حدود اور قوانین و ضوابط کا کچھ پاس نہیں رکھا جاتا اور سراسر ظلم و عدوان اور زبردست آزاری ہے تو البتہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ قرآن پاک زمینداری نظام کے خلاف ہے - لیکن اگر زمینداری نظام سے مراد یہ بھی ہے کہ ایک غیر کاشتکار زمین کا مالک قرار دیا جائے اور وہ جائز اور حدود شرعیہ کے اندر حاصل کردہ ملکیت کے حق کی بنا پر بغیر کسی ظلم و زیادتی کے مناسب حق مالکانہ وصول کرے ، تو اس معنی کے اعتبار سے زمینداری جائز ہے - ایسے موقع پر چاہئے تھا کہ مبہم لفظ استعمال نہ کیا جاتا - قرآن مجید میں اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ضرور موجود ہے اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ تمام کائنات کی طرح زمین بھی خدا کی مخلوق، ملک اور قبضہ و اختیار اور تصرف و اقتدار میں ہے - لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ نازل شدہ پیغام میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے کہ زمین سے استمتاع و انتفاع اور معاشی فوائد کے حصول کی خاطر وہ اپنے بندوں کو یہ حوالہ بھی کرتا ہے - اور اس کے بعض حصوں کے مالک بعض افراد قرار دئے جاتے ہیں اور بعض حصوں کے بعض دوسرے افراد قرار دئے جاتے ہیں - اور مقررہ ضوابط و قوانین کے ماتحت جس کی تفصیلات اسلامی قانون کی کتابوں میں موجود ہے - مختلف لوگوں کو یہ حق مالکیت حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اس زمین کے مالک کہلائے جاتے ہیں - اور خاص صورتوں اور طریقوں کے علاوہ یونہی اس حق کو ساقط نہیں کیا جاسکتا - یہ درست ہے کہ زمین کی بعض قسمیں قومی ملکیت اور مشترک قرار دی جاتی ہیں - اور عام قوم کے انتفاع کے لئے وہ مملکت کے قبضہ و تصرف میں ہوتی ہیں - لیکن یہ کہنا کہ ساری زمین مملکت کی ہوتی ہے اور ذاتی ملکیت قرآن کی رو سے ناجائز ہے - ایک ناروا جسارت اور تلعب بالبدین ہے - پس رپورٹ میں مسٹر مسعود صاحب نے یہ بھی غلط لکھا ہو کہ - زمین کی ذاتی ملکیت ناجائز ہے - یہ بھی تمام قانون اسلام کے خلاف لکھا ہے کہ زمین پر ایک فرد کی ملکیت نہیں قائم کی جاسکتی - اور یہ بھی خلاف کتب قانون اسلام لکھا ہے کہ کسی فرد کو زمین ٹھیکے پر یا بٹائی پر دینے کا

بھی کوئی حق نہیں۔ اور تو یہ سمجھ رہے ہو کہ اگر کسی شخص نے بجز وغیرہ زمین اپنی محنت سے قابل کاشت بنا کر کاشت کی ہے تو وہ زمین اسکی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی جائز ملوکہ آباد زمین میں کاشت کرے تو صرف کاشت کی محنت کی وجہ سے زمین اسکی ہو جائے۔ وہ صرف اپنی محنت کا پھل مقررہ حصہ کے حساب سے لے سکتا ہے اور مالک زمین حق ملکیت کی بنا پر اپنا حصہ لے گا۔ اگرچہ اخلاقاً مالک نہیں کو زمین دھپینا چاہئے۔ لیکن اگر وہ اپنی ملوکہ زمین ایک کاشتکار سے لیکر دوسرے کو دینا چاہے تو خاص حالات کے علاوہ عام طور سے وہ شرعاً ایسا کر سکتا ہے۔ مملکت کے حاکم کو یہ ٹیکس ادا کرنے کے بعد ہر شخص کی وہ کمائی اسکی اپنی ہے۔ جو اسکی محنت کا معاوضہ ہو۔ اس پر کسی کا حق نہیں لیکن مجموعی آمدنی میں سے کچھ حصہ وہ بھی لے جو محنت کا معاوضہ نہیں بلکہ زمین کی ملکیت کا بدلہ ہے۔ اور وہ اس شخص کا حق ہے جو شرعی حدود کے اندر اس زمین کا جائز مالک ہے۔ اور اسلام میں ملکیت کی کوئی صرف محنت نہیں۔

مشر مسعود صاحب نے قرآن پاک اور اسلام کی طرف جن باتوں کو منسوب کیا ہے ان میں سے کسی بات کے لئے اس نے قرآن کی آیت یا حدیث یا قانونی دفعہ کا حوالہ نہیں دیا۔ دلائل کی روشنی میں ان مسائل پر بحث ہو سکتی ہے۔ ہم نے خود دلائل دینے کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھی۔

ہاریوں کی ان پریشانیوں اور بے انتہا مصائب و آلام اور ظالم زمینداروں کے ناگفتہ بہ مظالم کو ختم کر کے ان کے تعلقات کو خوشگوار بنانا ہم بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن اسکے لئے علاج مارکس کا وہ نسخہ نہیں جس پر اسلام کا لیل لگا کر استعمال کیا جائے۔ بلکہ صحیح اسلامی نظام معیشت ہے۔ جزئی تبدیلیوں یا یا غیر اسلام کو اسلام قرار دیکر مشکلات کو حل کرنے کی بجائے پاکستان دستور ساز اسمبلی پر زور لگایا جائے کہ وہ جلد از جلد قانون اسلام کے صحیح اہر عالمان دین متین کی زیر نگرانی مکمل دستور مرتب کرے۔ اور اس سلسلہ میں اسلام کا معاشی نظام دوسرے نظاموں کے ساتھ ساتھ مرتب کرتے ہی عملاً رائج کرے۔ یاد رہے کہ شرعی معاشی نظام کے اجراء سے بھی مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک نظام تعلیم و تربیت، نظام عدالت، نظام سیاسی، نظام اخلاق ہر شعبہ حکومت اور ہر حصہ ملک میں نافذ نہ ہوں۔ یہ سب مربوط اجزاء ہیں جس کسی میں خلل واقع ہوگا اس کا اثر بد دوسرے اجزاء کو ضرور متاثر کرے گا۔ ہاریوں کے ساتھ بلکہ پاکستان کے ہر مظلوم انسان کے ساتھ حقیقی ہمدردی یہ ہے کہ قرارداد مقاصد کے بعد اس کے تقاضوں کے مطابق عملاً نظام اسلامی سارے پاکستان میں نافذ کیا جائے۔ اگر ہمدردی زبانی اور خود غرضی پر مبنی نہیں۔ اور اس طرح کے چغ و پکار سے مقصد اشتراکیت کے لئے راستہ ہموار کرنا اور ملک میں ذہنی انتشار پیدا کرنا نہیں تو ساری ہمت اس اصل مقصد کی طرف متوجہ کر دو،

ملک اس عورتیہ کی طرف توجہ کی ضرورت  
عام طور سے رمضان المبارک کی تعطیلات ختم

ہو جانے کے بعد شوال کے عشرہ اولیٰ سے مدارس عربیہ کا تعلیمی سال شروع ہو جاتا ہے۔ اور نئے طلبہ کا داخلہ اور قدیم طلبہ کی آمد کا آغاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی دستور مدارس کے مطابق عید الفطر کی تقریب سعید کے بعد پاکستان کے مدارس عربیہ میں تعلیم و تدریس کا آغاز ہو گیا ہے۔ ہم نے ان صفحات پر بار بار مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ گذشتہ دور غلامی میں بھی یہی ٹوٹے پھوٹے مدرسے اور اشعث و اغبر طالب علم ہی اسلام کو، قرآن و حدیث کو، مذہبی آثار و علائم کو، اور مسجد و محراب و منبر کو ہر دشمن کے دستبرد سے محفوظ کرتے چلے آئے ہیں۔ اور آج آزادی کے اس دور میں بھی ان چیزوں کے احیاء و ابقاء کی توقع صرف انہی سے ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ سے ارباب حکومت نشہ اقتدار میں مست ہو کر دین کو پس پشت ٹھالا کرتے آئے ہیں۔ اور آج پاکستان میں بھی یہی نقشہ ہے۔ قرآن و حدیث، علوم و فنیہ اور آثار سلف کو محفوظ رکھنے کا اہم کام ابھی تک ”اسلامی حکومت“ کی نظروں سے اوجھل ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس طرف سے بے توجہی ہے بلکہ ساری توجہ اس طرف ہے کہ ان ”بکھیروں“ سے جس قدر جلد نجات ہو تو اچھا ہوگا۔ چنانچہ ڈوموں، مرا سیوں، ٹنگ کی حوصلہ افزائی اور گلے بجانے اور ناچ رنگ کی گرم بازاری اور حاملین دین کی بے قدری و استخفاف اور کتب و فنیہ اور مدارس عربیہ کی سرد بازاری اس کی خاص علامت ہے۔ ان حالات میں عام مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اسلام کے ان قلعوں اور مورچوں کو مضبوط کریں۔ سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اپنی اولاد کو انہی مدارس میں خدا و رسول کے احکام سیکھنے اور صحیح مسلمان بننے کے لئے باقاعدہ داخل کریں۔ اور بچوں کی عمر کا وہ حصہ ضائع نہ ہو کہ نہ سمجھیں جو خدا کے دین سیکھنے میں خرچ ہو۔ کھلے دل کے ساتھ اپنے پیارے بچوں کو اس راہ پر لگائیں۔ اور اس کام کے لئے وقف کریں جس کو خدا و رسول نے سب سے بہترین کام قرار دیا ہے۔ اور جس میں ہر لمحہ فی سبیل اللہ شمار ہوتا ہے۔ اس بنیادی کام کے بعد دوسرے درجہ یہ ہے کہ مالی اعانت کر کے ان مدارس کے بیت المال کو اس قدر مضبوط بنایا جائے کہ تنظیم مدارس حالات زمانہ کے مطابق ضروریات کو دیکھ کر ان تعلیمی اداروں کو زیادہ وسیع و مستحکم کر سکیں۔ اور ان طریقوں کو عمل میں لاسکیں جن سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے۔

پاکستان میں جس قدر عربی مدارس ہیں ہم ان سب کی اعانت و امداد کو صرف توجہ دلاتے اور مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں۔ ہر مدرسہ اپنے اپنے مقام میں خدمت دین کا کوئی نہ کوئی حصہ سرانجام دے رہا ہے۔ اخلاص و لہجیت کے ساتھ جہاں بھی کچھ دیا جائے موجب اجر و ثواب اور تحریکات و دعا ہے البتہ قارئین کرام کو مسئلہ عزیز یہ جامع مسجد بھیرہ کی امداد کیلئے اس عام اپیل کیساتھ خصوصی طور سے بھی متوجہ کرتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ \*

# لغمت توحید

(محترم مولانا الحاج فضل کریم صاحب گوندال)

از گل و غنچه دمد بوئے تو      و ز رخ شمع جلوہ فلک ضوئے تو  
بر لب بلب شکوہ کوئے تو      نایک الملک لاشریک لہ  
وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ !

در خیابان چمن سوبہ سُو      بر سر سرو کنافختہ کو کو  
گشت محو لذت افکار ہو      نایک الملک لاشریک لہ  
وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ !

قمریاں را ہر صبح در یاد او      در قفس و روز باں حق سترہ  
بر لب مرغ سحر این گفتگو      نایک الملک لاشریک لہ  
وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ !!!

در میان بزم جاناں کو بگو      خواہ باشد بر بط و یکہ سبو  
نغمہ تو حید ریزاں از گلو      نایک الملک لاشریک لہ  
وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ !!!

می جہد باد صبا در جستجو      ابرگیاں در فضا از ہجر او  
حافظ سر مست محو ذکر ہو      نایک الملک لاشریک لہ  
وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

# تعلیمات اسلامی

از مولوی غلام محمد صاحب خلف الرشید مولانا نور محمد صاحب



وراثت میں پاس ہونے کے بعد مسائل وراثت کی عام ضرورت محسوس ہو رہی ہے شرعی تقسیم ترکہ کے لئے علماء کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ حالانکہ ہر مسلمان ا کیلئے ضروری ہے۔ کہ اُسے مسائل وراثت یاد ہوں۔ اسلئے آج کی اشاعت میں محترم مولوی غلام محمد صاحب کا مضمون درج کیا جاتا ہے۔ جس میں انہوں نے شرعی تقسیم پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

(مدیر)

## کتاب التہدیین مقرر شدہ حصوں کے اقسام اور ان کے مستحقین

خداوند تعالیٰ نے ذوی الفروض کے لئے چھ قسم کے حصے مقرر فرمائے ہیں۔ (۱) نصف یعنی  $\frac{1}{2}$  - (۲) ربع یعنی  $\frac{1}{4}$  - (۳) ثمن یعنی  $\frac{1}{3}$  - (۴) ثلثان یعنی  $\frac{2}{3}$  - (۵) ثلث یعنی  $\frac{1}{3}$  - (۶) سدس یعنی  $\frac{1}{6}$

(نصف جائداد لینے کے پانچ حقدار ہیں)

(۱) خاوند۔ جبکہ بیوی کی مطلق اولاد نہ ہو۔ یعنی بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ (۲) سگی لڑکی۔ جبکہ اسکے ساتھ اور کوئی بھائی بہن نہ ہو۔ (۳) پوتی۔ جبکہ میت کی اولاد نہ ہو۔ (۴) سگی بہن۔ جبکہ میت کی فرع اور اصل میں سے کوئی مذکر اور اور فرع میں ایک سے زیادہ موثقت نہ ہوں۔ (۵) سوتیلی بہن۔ جبکہ سگی بہن نہ ہو۔

(ربع  $\frac{1}{4}$  ترکہ کے صرف دو حقدار ہیں)

(۱) خاوند۔ جبکہ بیوی کا بیٹا، بیٹی یا پوتی، پوتا ہو۔ (۲) بیوی یا بیویاں۔ جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا۔ پوتی نہ ہو۔

(ثمن  $\frac{1}{3}$  کا صرف ایک حقدار ہے)

بیوی یا بیویاں۔ جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا، پوتی ہو۔

(ثلثان  $\frac{2}{3}$  کے چار مستحق ہیں)

(۱) دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں۔ (۲) دو یا زیادہ پوتیاں۔ جبکہ لڑکیاں نہ ہوں۔ (۳) دو یا زیادہ بہنیں۔



جیکہ بیٹیاں اور پوتیاں نہ ہوں۔ (۴) دو یا زیادہ سوتیلی بہنیں۔ جیکہ سگی بہنیں نہ ہوں۔

### (ثلث شے کے صرف دو حقدار ہیں)

(۱) مائیں۔ جیکہ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، دو بھائی یا دو بہنیں نہ ہوں۔ (۲) اولاد مادری۔ خواہ دو ہوں یا زیادہ جیکہ میت باپ، دادا، بیٹا، پوتا یا بیٹی، پوتی نہ چھوٹے۔

### (سُودس لینے کے سات حقدار ہیں)

(۱) باپ۔ جیکہ میت کا بیٹا، بیٹی اور پوتا، پوتی ہو۔ (۲) دادا۔ جیکہ باپ نہ ہو۔ (۳) مائیں۔ جیکہ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا، پوتی ہو۔ خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں۔ (۴) جدہ صحیحہ۔ خواہ ایک ہو یا کئی۔ (۵) پتی جیکہ سگی بیٹی ہی ہو۔ (۶) سوتیلی بہن۔ سگی بہن کے ساتھ۔ (۷) اولاد مادری سے ایک شخص خواہ مرد خواہ عورت۔ جیکہ میت کا باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نہ ہو۔

کس کے ہوتے کون محروم؟ (۱) نانا کے ہوتے پڑنا محروم۔ (۲) سگی بھوپھی کے ہوتے سوتیلی بھوپھی محروم۔ (۳) پوتی کے بیٹے کے ساتھ (۴) اسی کا

بیٹا محروم۔ (۴) نانی کے باپ کے ہوتے نانا کا باپ محروم۔ (۵) بھتیجے کی بیٹی کے ساتھ بھانجی کا بیٹا محروم۔ (۶) سگے چچا کی بیٹی کے ہوتے سگی بھوپھی کا بیٹا محروم۔ (۷) ماں کی موجودگی میں جدات صحیحہ محروم۔ (۸) نانی کے ہوتے نانی کی ماں محروم۔ (۹) دادی کی موجودگی میں باپ کی دادی اور نانی محروم۔ (۱۰) باپ کے ہوتے دادا محروم۔ (۱۱) بیٹے کے ہوتے پوتے، پوتیاں محروم۔ (۱۲) سگے بھائی کی موجودگی میں تمام سوتیلے بھائی اور بہنیں محروم۔ (۱۳) بیٹے، پوتے اور پوتے کے ہوتے تمام بھائی بہنیں محروم۔ (۱۴) دادا کی موجودگی میں اشیانی بھائی سب کے نزدیک محبوب ہوتا ہے۔ (۱۵) جب سگی بیٹیاں نہ ہوں تو پوتیاں ان کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ (۱۶) دو سگی بیٹیاں ہوں تو پوتیاں محروم۔ (۱۷) بیٹیوں کو بیٹے کے ساتھ حصہ ملتا ہے۔ مگر پوتیاں بیٹے کے ساتھ سا قسط چھو جاتی ہیں۔ (۱۸) بیٹی نہ ہو تو سگی بہن کا حال بیٹی کا سا ہے۔ (۱۹) سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ان کی بجائے ہوں گی۔

### موانع میراث میراث محروم ساھنے کے پانچ باعث ہیں

(۱) قتل ناحق مورث۔ یعنی جو عاقل بالغ شخص اپنے مورث کو امادۂ بے گناہ قتل کر ڈالے وہ محروم الارث ہو جاتا ہے۔ (۲) رقیقت یعنی غلامی۔ وہ وارث جو کسی کا غلام یا لونڈی ہو ترکہ سے محروم ہے۔ (۳) اختلاف دین۔ وہ کافر وارث جس کا مورث مسلم ہو۔ یا باختلاف احوال وہ مسلم وارث جس کا مورث کافر ہو ترکہ سے محروم رہتا ہے۔ (۴) اختلاف دار۔ وہ غیر مسلم رشتہ دار جو مختلف حکومتوں کے ماتحت ہوں۔ ایک

دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ (۵) جمل ترتیب موت - حیب یہ نہ معلوم ہو کہ وارث پہلے مر یا مورث تو ان دونوں میں توارث نہ ہو گا۔ بلکہ موجودہ ورثاء میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

**تقسیم ترکہ کا بیان** | جب کوئی مر جائے تو جائیداد تقسیم کرنے سے پہلے دیکھا جائے کہ اسکے ذمے کوئی ایسا قرض تو نہیں جس کے عوض کوئی شے گروی پڑی ہے۔ اگر ہو تو پہلے وہ قرض ادا کیا جائے۔ ممکن ہے ایسا کہنے سے اس کفولہ کو فروخت کرنا پڑے۔ ادائیگی قرضہ کے بعد میت کے کفن و دفن پر باقی مال سے خرچ کیا جائے۔ جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ پھر اور معمولی قرض ادا کیا جائے۔ اگر متوفی نے کوئی وصیت کی ہو تو موصی لہ کو باقی جائیداد کے تیسرے حصے تک دیا جائے۔ اب جو بچ رہے وہ پہلے ذوی الفروض کو دیا جائے۔ جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اگر ذوی الفروض نسبی و دیگر حق دار نہ ہوں تو ترکہ کے وارث ذوی الارحام ہوتے ہیں۔ جس کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر مال میت المالا میں داخل ہو جائے گا۔

اُن وارثوں کے حقوق کی نگہداشت جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہیں

**مذہبِ حیل** اگر وقت و فاقیت میت کی اپنی بیوی حاملہ ہو تو شریعت میں مدت انتظار دو سال مقرر ہے۔ اور ایسے رشتہ دار کے حل کی جو وضع حل کے بعد میت کا وارث قرار پانا ہو چھ ماہ۔ یعنی ایک آدمی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اس کے وضع حل کا دو سال انتظار کیا جائیگا۔ بعد ازاں بیوی حاملہ چھوڑ کر مر گیا تو اسکے بستیجے کو بھی اس کا ترکہ پہنچتا ہو تو اس وضع حل کا صرف چھ ماہ تک انتظار کیا جائے گا۔ اگر اس میعاد کے بعد پیدا ہو گا تو وارث نہ ہو سکے گا۔

ابنِ یحیٰ امثلہ حصے بیان کئے جاتے ہیں

بیوی رہی، ایک لڑکی اور ایک باپ۔ اسکی جائیداد اخراجات ضروریہ (مثلاً ادائے قرضہ، تیمیز و تکفین اور تقاض و وصیت جو کہ ایک تہ (۱/۳) سے زائد نہ ہو) کے بعد اس طرح تقسیم ہوگی۔

بیوی  $\frac{1}{2}$  لڑکی  $\frac{1}{4}$  باپ  $\frac{1}{4}$  "  $\frac{12 + 12 + 3}{27}$  "  $\frac{19}{27}$  باقی  $\frac{5}{27}$  بچے رہے وہ سب باپ کو بالعمومیت

دائیں ہندہ صرف ورثا کے نام و حصے درج ہوں گے۔

(۲)  $\frac{2}{3}$  لڑکیاں    ماں    دادا

$\frac{2}{3} = \frac{1}{3} + \frac{1}{3} + \frac{1}{3}$

(۳) خاوند - پوتی - ماں - نانی - دوسری

$\frac{1}{3} = \frac{1}{3} + \frac{1}{3} + \frac{1}{3}$

باقی کچھ صابو بچتو نہوے کسی عیب کے پوتی اور ماں میں تقسیم ہو گا۔



مسدود (۲۳) بیوی - ۶ بیٹے - ۱ بیٹی ترکہ ۸۳۲ ایکڑ	مسدود (۲۴) ۲ زوجہ - ۲ لڑکے - ۳ بیٹیاں - ۳۲ ہزار ترکہ
$\frac{1}{2}$ باقی کا $\frac{1}{10}$ = $\frac{1}{10}$ - $\frac{1}{10}$ کا $\frac{1}{10}$ = $\frac{1}{10}$	$\frac{1}{8}$ = ۴ ہزار - $\frac{1}{8}$ = ۱۶ ہزار - $\frac{1}{8}$ = ۳۲ ہزار
۸۳۲ کا $\frac{1}{2}$ - ۸۳۲ کا $\frac{1}{10}$ - ۸۳۲ کا $\frac{1}{10}$	حصہ فی کس = $\frac{1}{14}$ = ۲ ہزار
۴۸ ایکڑ ۶۶۲ ایکڑ ۵۶ ایکڑ	$\frac{1}{14}$ = ۸ ہزار
گویا ہریٹھ کے حصے ۱۱۲ ایکڑ زمین آتی	$\frac{1}{14}$ = ۴ ہزار

# مومن

## محترم نفیس صاحب چغتائی

جہادِ زندگی میں سرِ پیکار ہے مومن  
 خدا کے نام پر اٹھی ہوئی تلوار ہے مومن  
 دلِ کفار میں چھپتا ہوا سا خار ہے مومن  
 ازل سے آشنائے لذتِ اسرار ہے مومن  
 غریبوں کو کما حامی غنوار ہے مومن  
 حقیقت منکشف ہے اسرارِ دو عالم کی  
 کہ ہر میدان میں شیرِ خوب رو دار ہے مومن  
 شریکِ مستی ہنگامہِ احرار ہے مومن  
 جہانِ خشک و تر کا مالک و مختار ہے مومن  
 کبھی رومی کبھی سعدی کبھی عطار ہے مومن  
 ہجومِ کفر پر گرتی ہوئی تلوار ہے مومن  
 حیرم کبریا کا محرم اسرار ہے مومن

کبھی صدقِ صفائیں حضرتِ سیدتیق کا منظر

کبھی مثلِ علیؑ کفار سے دوچار ہے مومن

# مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں گستاخی

مرزا غلام احمد آنجنابی گونا گون دعویٰ کے باعث مشہور و معروف ہیں۔ انکی اجمالی فرست گزشتہ اشاعت شمس الاسلام میں قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آپ نے ہر مذہب کے پیروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ان کے پیشواؤں کا ہروپ اختیار کیا۔ تاکہ مذہبی رگ چھیر کر اپنے کثیر متوسلین بنائیں۔ اور خانہ ساز نبوت کی بنیادیں مستحکم کریں۔ متبعین مرزا گھر گھر، کوچہ بہ کوچہ، شہر بہ شہر انکی نبوت کا پرچار کر رہے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے عجیب و غریب ڈھنگ اختیار کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرتؐ کے غلام تھے۔ اسلئے اپنا نام بھی غلام احمد رکھا۔ آج کی اشاعت میں ناظرین شمس الاسلام کے سامنے یہ رکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب حضور پر نور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر غلام تھے۔

- مشتے نمونہ چند حوالہ درج کئے جاتے ہیں۔ جن کتابوں میں مرزا صاحب نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس میں گستاخیاں کی ہیں حوالہ کتاب و صفحہ درج کیا جاتی ہیں۔
- (۱) جو شخص مجھ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے۔ اس نے مجھے نہیں جانا۔ خطبہ الہامیہ۔
  - (۲) غلبہ کاملہ (دین اسلام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظہور میں نہیں آیا۔ یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا۔ مخصوصاً بلفظ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چشمہ معرفت۔
  - (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات تھے۔ تحفہ گوڑو یہ ص ۲۲۔ مگر مرزا کے دس لاکھ نشان ہیں (معجزہ اور نشان ایک ہوتا ہے۔ نصرۃ الحق ص ۴۷)۔
  - (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب چاند کی طرح تھی۔ مگر مرزا کے وقت چودھویں رات کے بدر کامل جیسی ہوگی۔ مفہوم ص ۱۱۴ خطبہ الہامیہ۔
  - (۵) خدا کے نزدیک اس کا (مرزا) ظہور مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے۔ خطبہ الہامیہ ص ۲۰۰۔
  - (۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم، دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت کاملہ منکشف نہ ہوئی۔ اور مجھ پر کھلے طور پر منکشف کر دی گئی۔ اللہ اوہام جلد دوم ص ۲۴۴
  - (۷) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکتا ہے۔ ڈائری خلیفہ قادیان مطبوعہ اخبار الفضل لاہور ص ۱۷۲۔



(۸) حضرت مسیح موعود (مرزا) علیہ السلام کا ذہنی ارتقا و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں قدرتی ترقی زیادہ ہوتی اور یہ جزو فضیلت ہے۔ جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کو آنحضرت پر حاصل ہے۔ قادیانی دیوبندی بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء

(۹) دنیا میں حج تھا۔ مگر حج کی روح نہ تھی۔ دنیا میں قرآن تھا۔ مگر قرآن کی روح نہ تھی۔ اور اگر حقیقت پر غور کرو تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح موجود نہ تھی۔ دنیا میں اسلام تھا۔ مگر اسلام کی روح نہ تھی۔ خطبہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل الراجح ص ۱۹۲

## تبلیغی کتابیں!

### آخری پیغام حق

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گبوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر۔ جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔ امدانید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے۔ عام افادہ کے لئے کتابی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی ہے۔ ”آخری پیغام حق“ کے متعلق حضرت سجادہ نشین قونہ شریف تحریر فرماتے ہیں:۔  
”حضرت کرمی منصور کے آخری کلمات نصائح نہایت گوہر بے بہا ہیں اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں“ قیمت ۱۰ محصول ڈاک ۱۰

### کشف التلبیس

مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دلوری۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”قرایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سنی فوجوالوں کی گراہی کا باعث بن چکا ہے۔ شیعہ رؤسا کی طرف سے شیعوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی جواب دلائل سے مذہب پیرایہ میں پہنچ رد اس کتاب میں موجود ہے۔ شیعوں کے تمام مطاعن اور اعتراضات کے جواب دئے گئے ہیں۔  
قیمت حصہ دوم حصہ سوم (پہلا حصہ ختم ہو چکا ہے)۔ ہر دو حصہ طلب کرنے پر قیمت۔ علاوہ محصول ڈاک

۱۲  
ملک کا پتہ: منیجر جدید لا شمس الاسلام بمبیرہ (مغربی پتہ)

# اشتراکیت اور مذہب و اخلاق

(اداسی)

## ایک محترم دوست تحریر فرماتے ہیں

میں طبقاً اشتراکیت سے متنفرد ہوں اور اس بارے میں وسیع مطالعہ نہ رکھنے کے باوجود اجمالاً میں اتنا سمجھا ہوا ہوں کہ اشتراکیوں کا یہ گروہ مذہب و اخلاق سے قطعاً دور ہے۔ اور یہ لوگ بالکل ایک حیوانی زندگی گزار کر دنیا سے گذرنا انسان کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ جو زیادہ حیوان بن کر ہو وہ زیادہ ترقی یافتہ انسان ہے۔ کچھ عرصہ سے ایک ایسے شخص سے جان پہچان ہو گئی ہے جو اشتراکیت کا دلدادہ ہے۔ اور وہ روسی نظام کو بہترین نظام معاش سمجھتا اور اس کا پروپیگنڈا کرتا ہے۔ چونکہ نسلی طور سے وہ مسلمان ہے۔ اور مسلمان سوسائٹی میں رہتا اور اسلام کے نام سے معاشرفی فوائد حاصل کرتا ہے اس لئے وہ عموماً اپنی تقاریر میں مذہب پر براہ راست تنقید کم کرتا ہے۔ زیادہ تر وہ ثابت کرتا ہے کہ معاشی نظام جو اشتراکیت پیش کرتے ہیں وہ سب سے بہترین ہے۔ اور مذہب کے ساتھ اس کا کچھ تضاد بھی نہیں۔ ہم مسلمانوں کے عقائد میں کچھ دخل اندازی نہیں کرتے۔ وہ نمازیں پڑھیں روزے رکھیں اوراد و وظائف میں مشغول ہوں ہم ان امور میں آزادی دیں گے۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ روٹی کا مسئلہ بہترین طریقہ سے حل ہونا چاہیے۔ اور سب سے کامیاب حل روٹی کے بارے میں وہ ہے جو روس نے پیش کیا ہے۔ بعض دفعہ اس کے ساتھ بحث کرنے کی نوبت آتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر یہ ثابت کروں کہ اشتراکیت صرف ایک معاشی نظام نہیں۔ بلکہ اس کا اثر براہ راست مذہب پر پڑتا ہے اور اس کے مخصوص عقائد و نظریات اور اخلاق ہیں جو سراسر خلاف اسلام ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے ان امور سے صاف انکار کر جاتا ہے۔ اس لئے آپ براہ مہربانی چند ایسے مستند حوالے مجھے دیا فرمائیں جن کی بنا پر میں اس کو الزام دے سکوں۔ وہ شخص اپنے آپ کو کمیونسٹ کہلاتے ہیں عار محسوس نہیں کرتا۔ اور داکس ولین کے ساتھ خوش اعتمادی کا بھی اظہار کرتا ہے۔ اور اگرچہ سوسائٹی کے رعب کی وجہ سے ان کو پیشوایان اسلام پر ترجیح دینے کی جرأت علی الاعلان اب تک نہیں کر سکتا۔ لیکن طرغفتگو سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ ان دونوں کی عقیدت و احترام میں بہت آگے ہے۔ اگر جواب پیش کیجئے تو فائدہ عام ہو جائے گا۔

جواب از ادارہ شمس الاسلام جناب محترم! آپ نے جو استفسار فرمایا ہے اس کا جواب مختصراً بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر اس کو پھیلا جائے

تو ایک پوری کتاب بھی اس کی دستوں کو سمیٹ نہیں سکتی۔ اس لئے ہم ایجاز و اطناب دونوں کی راہ چھوڑ کر درمیانی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ کمیونزم (اشتراکیت) ایک مستقل مذہب اور فلسفہ زندگی ہے۔ اور گذشتہ ساٹھ ستر برس میں اس کے متعلق اتنا کچھ علمی لٹریچر لکھا گیا ہے کہ صرف اس کو پڑھنے والے اور ایک رشتہ مطالعہ کر نیوالے اُس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر دو چیزوں نے باوجود بنیادی غلطیوں کے اس فلسفہ و مذہب کو ترقی دی۔ اول تو روس میں ایک عظیم الشان حکومت کے قیام سے کمیونزم کا رعب لوگوں پر بیٹھ گیا۔ اور پھر روس کی منظم و عظیم الشان حکومت کی پشت پناہی سے تمام ممالک و اقوام عالم میں اس سیلاب کو بڑھنے کا موقع بہ آسانی حاصل ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ امریکہ و برطانیہ کے سرمایہ دارانہ نظام اور معاشی لوٹ کھسوٹ سے ملک کے ملک تباہ و برباد اور مفلوک الحال ہو گئے ہیں اور مغربی جمہوریت کے ستارے ہوئے لوگ اشتراکیت کو اپنی برباد پل کا علاج اور رحمت و برکت کا سرچشمہ سمجھ کر اس کی آغوش میں آ رہے ہیں۔ ان موافق حالات کے علاوہ کمیونزم کو ایک فلسفہ زندگی کے طور پر اختیار کر کے دنیا میں اس نظام زندگی کو جاری کرنے والوں نے اپنے اصول کے مطابق ہر جائز و ناجائز طریقہ سے اس کا زور و دیر و پیگنڈا کافی حد تک شروع کر رکھا ہے۔ اور وہ مختلف تدابیر سے لوگوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ دنیا کی دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں نے بھی اس پروپیگنڈے کا اثر قبول کیا ہے۔ مسلمان کھانے والے لوگوں نے اشتراکیت کے اس پروپیگنڈے سے جو اثر لیا ہے اس کے لحاظ سے ایسے مسلمانوں کی مختلف قسمیں ہو گئی ہیں۔

ایک طبقہ تو وہ ہے جنہوں نے کمیونزم کو مکمل فلسفہ زندگی کے طور پر پورے طور سے سمجھا ہے۔ جڑوں سے لیکر شاخوں تک اس کے ہر جز و سہ سے وہ پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ جس لادین نظریہ زندگی پر اسکی بنیاد ہے درحقیقت وہ اس کے ساتھ پورا پورا اتفاق رکھتے ہیں۔ وہ اس اشتراکی نظریہ زندگی کے مطابق اس کائنات کی حقیقت، انسان کی حیثیت، اخلاق کی قدر و قیمت اور خدا و رسول کے متعلق عقیدہ کا ایک خاص فیصلہ بالکل کئے ہوئے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ کمیونزم بالکل اسلام نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کی ضد اور ہر معاملہ میں متضاد ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ کمیونزم کو پسند کرتے اور اسی کو حق سمجھتے ہیں۔ وہ اسلام کی خدا پرستانہ نظریہ زندگی کو اصلاً ہی غلط قرار دیتے ہیں۔ اور جڑوں سے لیکر شاخوں تک اس سے نفرت رکھتے ہیں۔ اور اسلام کی ہر چیز ان کے ہاں محل بحث و نظر ہے۔ ایسے لوگوں کے سامنے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ بتایا جائے کہ دیکھئے کمیونزم کے فلاں فلاں اصول مذہب اسلام کے خلاف ہیں۔ یا کمیونزم کو عقیدہ درست تسلیم کرنے سے آپ کا اسلام باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ لوگ جان بوجھ کر علی بصیرتہ کمیونزم کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ البتہ ان کے سامنے یہ مطالبہ پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کہ جب تم نے ایک نظریہ زندگی کو غلط

قرار دیکر دوسرے نظریہ زندگی کو اختیار کیا ہے۔ تو تم میں اتنی اخلاقی جرأت بھی ہونی چاہئے۔ کہ منافقت کی یہ روش چھوڑ کر صاف صاف اسلام سے انکار کر کے اس سوسائٹی سے اپنے آپ کو علیحدہ کر دو جو آپ کے ناپسندیدہ نظریہ زندگی پر ایمان رکھنے ہی کی وجہ سے اسلامی سوسائٹی کہلاتی ہے۔ اسلام کو غلط نظام زندگی یقین کرنا اور پھر بھی اسلام کا نام اپنے اوپر چپکائے رکھنا نہ جواغروی ہے اور نہ شرافت۔ پس وہ شخص اگر اس قسم میں سے ہے۔ تو بیسیوں حوالوں سے بھی نہ اس کے علم میں کوئی اضافہ ہوگا۔ نہ اس کا نظریہ بدلے گا۔ سب کچھ سمجھانے کے بعد بھی وہ اپنی تقیہ بازی کرتا رہے گا۔ پورا کاپور کمیونٹ ہوتے ہوئے بھی وہ اسلامی کا مدعی ہوگا۔ اور مارکس کا عاشق زار ہوتے ہوئے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کہلائے گا۔

دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے صرف اتنی سی بات سن لی یا غریبوں اور مزدوروں کے ان حامیوں کی تحریروں میں دیکھ لی کہ کمیونزم تو صرف معاشی مسئلہ کا ایک کامیاب حل ہے۔ جو سب بھوکوں کے لئے روٹی اور ننگوں کے لئے کپڑا جیٹا کرتا ہے۔ اور اوج بیچ کو غنم کرتا اور مسامات انسانی کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے سوا واقعہ اُن کو اور کچھ پتہ ہی نہیں۔ کہ کمیونزم صرف معاشی نظام نہیں بلکہ ایک مستقل فلسفہ زندگی ہے۔ جس سے زندگی کا کوئی شعبہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نظام زندگی کے مخصوص عقائد و نظریات ہیں۔ علیحدہ معیار خیر و شر ہے۔ اور ممتاز اقدار اخلاق و اعمال ہیں اور ناممکن ہے کہ کمیونزم کا معاشی نظام اس کے تمام لوازمات آئے بغیر کسی ملک میں آ سکے۔ ایسے لوگوں کے متعلق یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ اگر ان کے سامنے کمیونزم کی حقیقت بیان کی جائے اور ان تمام بنیادی خرابیوں کی نشان دہی کی جائے جو کمیونزم میں موجود ہیں تو امید ہے کہ اُن کا تاثر ناس ہو جائے گا۔ اور وہ ایسے معاشی نظام کو جو ان کے دین و ایمان اور اساسی عقائد کو ہلکا میٹ کر دے والا ہے۔ ایک لعنت سمجھ کر ناپسند کریں گے۔

اگر وہ ”کمیونٹ صاحب“ اس قسم کے ہوں تو البتہ امید ہو سکتی ہے۔ کہ حقیقت حال واضح ہو جانے کے بعد وہ اپنے رویہ کو بدل دیں گے۔ لیکن آپ کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کمیونزم کے متعلق لاعلم نہیں ہیں۔ قیصر طبقہ ان لوگوں کا ہے۔ جن کو یہ بھی علم ہے کہ مارکس کا فلسفہ زندگی کیا ہے۔ خدا اور رسول کے اور مذہب و اخلاق کے متعلق کمیونزم کے نظریات کیا ہیں۔ اور وہ یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ نظریات اسلامی نظریہ زندگی کے خلاف ہیں۔ اور ان اعتقادات و خیالات کے ساتھ کوئی شخص پھر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان تمام امور میں ہم بھی کمیونزم کو عقیدہ غلط سمجھتے ہیں۔ اور ہم اس سے اس قدر بیزار و متنفر ہیں جس قدر دوسرے مسلمان بیزار و متنفر ہیں۔ لیکن اس کا معاشی نظام اور اقتصادی حل ہم کو پسند ہے۔ اور اگر ہم اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے، عقائد اسلامیہ کے پابند

ہوتے ہوئے، نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، ذکر اُتھارتے ہوئے معاشی مسئلہ میں اس کے نظریہ کی تائید کریں اور اشتراکیوں کو یہ موقع دیں کہ وہ اس سرمایہ دارانہ نظام سے ہم کو نجات دیکر جاری روٹی اور کپڑے کی مشکل حل کریں، اور بھوک و غریابی اور طبقاتی عدم مساوات کا علاج کریں تو اس میں آخر نقصان کیلئے؟ اس سے ہمارے اسلام پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ مذہب کو اس صورت میں کچھ خطرہ و دپیش ہو سکتا ہے۔

آپ کا کھیونٹ دوست "بھی لوگوں کے سامنے ہی کچھ پیش کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ صرف معاشی نظام کو قبول کرو۔ ہم تمہیں اور کچھ نہیں چھیڑنے۔ اس قسم کی تقریریں اور بھی خطرناک ہوتی ہیں۔ اور سید سے سادے مسلمان اور خاص کر وہ غریب و مفلوک احوال مسلمان جو کہ سرمایہ داروں کے مظالم سے جان پہ لب اور کسی نجات دہندہ کے انتظار میں ہیں۔ ایسی تقریروں سے جلد اثر لے لیتے ہیں۔ چنانچہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے اچھے خاصے نویندار اور مذہبی قسم کے لوگ بلکہ بعض علماء بھی انہی تیروں کا شکار ہو کر اسی خط میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور وہ چند مذہبی رسوم کی آدادی کی ضمانت لیکر (اور وہ بھی چند روز تک ہی ہوگی) اشتراکیت کے ساتھ مصالحت پر آمادہ ہیں۔ اور مسجد کی محدود چار دیواری کو خدا کے نام لیکر مسجد سے باہر کی ساری کائنات کو شیطان کے حوالہ کرنے پر رضامند ہو رہے ہیں۔ ایسے حضرات کی خدمت میں کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر وہ اسلام کی حقیقت سمجھتے ہیں اور انہیں یہ یقین ہے کہ اسلام ایک فلسفہ زندگی ہے۔ تو ناممکن ہے وہ ایک دوسرے نظریہ زندگی کے ساتھ مصالحت و مسالمت کر سکیں۔ اسلام کی بنیاد آور۔ اور اشتراکیت کی بنیاد آور ہے۔ اور دونوں ہر شعبہ میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسلام دوسرے مسائل کی زندگی کی طرح معاشی مسئلہ کے لئے بھی ایک حل پیش کرتا ہے۔ جو دینی نظریہ زندگی، خدا پرستی، اللہ تعالیٰ کی ملکیت حقیقی اور حاکمیت، انسان کے متعلق ایک خاص تصور و نظریہ، اور اموال و املاک کی ایک مخصوص حیثیت کے یقین پر مبنی ہے۔ اسلام اپنے پیروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اقتصادی نظام کو اسی سانچے میں ڈھال لیں۔ اس کو یہ گنگا جہنی ہرگز گوارا نہیں کہ ایک مسلمان مسجد کے اندر جا کر اس کے عبادتی نظام اور مقررہ قانون کے مطابق نماز ادا کرے، اللہ ہو کا ورد کرے۔ لیکن جب مسجد کے دروازہ سے ہم اٹھا کر باہر نکلے۔ تو منڈی اور کارخانہ میں، کمیت اور دکان میں مارکس کے مادہ پرستانہ، لادین اور خود ساختہ نظام معیشت کے مطابق کھائے، پائے اور کھائے۔ مسجد و خانقاہ میں تو رحمن کا قانون نافذ ہو لیکن باہر شیطان کے قوانین و ضوابط کا احترام کیا جائے۔ اور طاغوت کے اشاروں پر ناپا چا ہوا زندگی گزارا جائے۔

ایسے لوگوں کے سامنے بھی تفصیلات ذکر کئے بغیر ہی اتنا اجالی عرض کرنا چاہئے۔ کہ بھائیو! اگر آپ



اسلام کو ایک مکمل دین یعنی نظام زندگی سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے محاش کے لئے بھی کچھ ضابطہ و قانون اور نظام بھیجا ہے اور اسی کو برحق سمجھتے ہو تو بس سارا کا سارا اسلام قبول کر کے اس کو عملاً جاری و نافذ کرنے کی جدوجہد شروع کیجئے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اسلام پر اس احسان رکھنے کی بھی ضرورت نہیں کہ شکر کرو۔ ہم زندگی کے چند لمحوں آپ کی چند باتیں بھی تو مان لیتے ہیں۔ اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے، خدا کا نام لیتے اور دس پندرہ منٹ تسبیح پھیر لیتے ہیں۔ یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ۔

چونکہ طبقہ ان لوگوں کا ہے جو یہ سمجھتا اور بیان کرتا ہے کہ کمیونزم کا بتلایا ہوا اقتصادی نظام بعینہ وہی نظام اقتصاد ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ یعنی خدا و رسول نے محاشی مسئلہ کا جو حل قرآن و حدیث میں ذکر کیا ہے مارکس نے اسی کی تفسیر و تشریح کی ہے۔ ان مارکسی تشریحات میں اگر چند معمولی خامیاں موجود ہیں تو ان کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ مارکسزم اسلام ہی کی شرح ہے۔ ملاؤں کے گند ذہن اس حقیقت کو نہ پا سکتے تھے جو مارکس جیسے ذہن اور ماہر اقتصادیات نے کتاب و سنت سے سمجھی ہے۔ اور اگرچہ مارکس نے یہ تو نہیں کہا کہ میں نے اس کو قرآن و حدیث یا ائمہ اسلام سے حاصل کیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ بہترین نظام اور کامیاب حل وہاں سے ماخوذ ہے۔ یہ حضرات فوراً کہہ دیتے ہیں اسلام میں بھی مساوات ہے، اسلام میں بھی بھوکوں کو روٹی دینے، تنگوں کو کپڑا دینا، اور محتاج و غریب کی خبر گیری کی تعلیم ہے۔ اور کمیونزم میں بھی آخری چیزیں تو ہیں۔ لہذا دونوں ایک ہو گئے۔ آخر فرق کیا رہا۔ اسلام کے تقاضے دور حاضر میں کمیونزم ہی کے ذریعہ بہتر طور پر پورے ہو سکتے ہیں۔

اس قسم کی گفتگو کرنے والے اور اس طرز و انداز کے مضامین و مقالات لکھنے اور شائع کرنے والے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو دراصل سو فیصدی کمیونسٹ ہیں اور مسلمان بالکل نہیں۔ لیکن اسلام کے لباس میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے۔ اور دوسرے کو تریاق کا نام دیکر کمیونزم کو اسلام کے نام سے پھیلانے اور مقبول بنانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ آج کل ادبی رسائل اور بہت سے ہفتہ وار اور روزانہ اخبارات اسی طریقہ کے مطابق زیر زمین کمیونزم کا دام پھیلا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں پر بھی ہمارے کہنے سننے کا اثر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ خود پہلے سے جانتے ہیں کہ اسلام کا اقتصادی نظام اور ہے۔ اور کمیونزم کا اور، بلکہ ہر لحاظ سے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں سے بھی یہ خطاب تو فضول ہے کہ دونوں کا فرق سمجھا یا جائے۔ اُن کو ہم اصل اسلام کی دعوت دیں گے۔ اور اس نظریہ کی طرف بلا لیں گے۔ جس کے اساس پر تمام احکام اسلامی کی تعمیر کی گئی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو واقعی دیانت دارانہ طور سے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر یہ یقین کر رہے ہیں۔

کہ اشتراکیت کے اقتصادی نظام اور اسلامی نظام اقتصاد میں کچھ فرق نہیں۔ اور اس نظام کو قبول کرنا یعنی اسلامی نظام کو قبول کرنا ہے۔ غلط فہمی میں مبتلا ہونے والے ایسے مسلمان بھائیوں کو سمجھانا اور ان کو شبہات کے دلدلوں سے نکالنا اور حقیقت واضح کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اور اس کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اشتراکیت اور اشتراکین کے متعلق یہ چند بنیادی امور عرض کرنے کے بعد آپ کے اصل سوال کا جواب عرض کرتا ہوں۔ اور چند ایسے مستند حوالے نقل کرتا ہوں جن سے یہ ثابت ہو جائے کہ مذہب و اخلاق کے متعلق اشتراکین کا اصل نظریہ کیا ہے۔

**مذہب کے متعلق اشتراکی نظریہ** | پر دیکھنا کہ ان کے لئے کتنے رہتے ہیں۔ اور بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی باور کر لیتے ہیں۔

کہ کمیونزم تو صرف ایک اقتصادی تحریک ہے۔ جسے مذہب سے کچھ سروکار نہیں۔ ایک شخص ”مذہبی“ اور ”دیندار“ ہوتا ہوا بھی اشتراکی بن سکتا ہے۔ بلکہ بعض اس پر ناک بھون چڑھا کر غصہ بھی کرتے ہیں۔ کہ اشتراکیوں کو تم غیر مذہبی لوگ کہہ کر مسلمانوں کی مردم شماری کیوں کم کر رہے ہو۔ لیکن اس تحریک کے اصل مدعیوں کے نزدیک سب سے پہلے مذہبی انقلاب کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک دنیا میں غریب انسانوں پر جس قدر ظلم و استبداد ہوتا رہا ہے وہ سب مذہب کے وجود سے ہے۔ اور ان مصائب و آلام کا استیصال اس وقت تک ناممکن ہے جب تک لوگوں کے دلوں سے خدا کے وجود کا ایمان بالکل مٹا نہ دیا جائے۔ اس لئے اشتراکین نے کہا ہے۔

”کہ دنیا میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا استبداد کا حامی خود خدا ہے“ (بالشوزم مصنفہ ایڈمنڈ کیٹلر) اور خود لینن خدا کے تصور کی ابتدا کی وجہ یوں بیان کرتا ہے کہ ”سرمایہ داری کی غیر مرئی قوتوں نے ذہن انسانی میں ایک ڈر کی صورت پیدا کر دی ہے۔ جس سے ایک حاکم اعلیٰ کے تخیل کی بنیاد پڑی۔ اُسے انسان نے خدا کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ سو جب تک خدا کا تخیل ذہن انسانی سے فنا نہ کر دیا جائے یہ لعنت کسی طرح دور نہیں ہو سکتی“ (ہیئر اینڈ سیکل مصنفہ پارک پیٹرک)

لینن مارکس کے حوالہ سے اپنے ایک مقالہ مطبوعہ لیبر منٹھلی بابت دسمبر ۱۹۲۲ء میں لکھتا ہے۔

”مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے۔ اس لئے نظریہ مارکس کی رو سے دنیا کے تمام مذاہب اور کلیسا سرمایہ داری کے آلہ کار ہیں۔ جن کے توسط سے مزدور جماعت کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔ اور انہیں فریب دیا جاتا ہے۔ لہذا مذہب کے خلاف جنگ کرنا ہر اشتراکی کے لئے ضروری ہے۔ تا آنکہ دنیا سے مذہب کا وجود ہی مٹ جائے“

مبادیات اشتراکیت (دے۔ بی۔ سی۔ آف کمیونزم) مصنفہ بیور و پرزائسکی کے باب ۲۹ میں لکھا ہے۔

اشتراکیت کے نام لہواؤں کا اولین فرض ہے کہ مارکس کے اس قول کو کہ مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے۔ عام جماعتوں ۲۰۰۰۰۰ کے ذہن نشین کرادیں۔ اور انہیں یقین دلائیں کہ ازمنہ گذشتہ میں کیا اور دور حاضر میں کیا مقرر اور سرکش انسانوں کے ہاتھ میں مذہب ہی ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعہ دنیا میں عدم مساوات، جماعتی تفریق، اور غصب و استبداد کو روارکھا جاتا ہے۔ اور جس کے نام سے مزدوروں کی جماعت سے سرمایہ کے دیوتا کی پوجا کرائی جاتی ہے۔

اس سے ذرا آگے چل کر لکھتا ہے۔

”مذہب اور اشتراکیت عملی اور نظری ہر دو حیثیتوں سے بالکل متضاد و متباہین ہیں۔“  
صفحہ ۲ پر ہے کہ ”جو اشتراکی اپنے مذہبی عقیدہ کو بھی ساتھ ساتھ رکھتا ہے اُسے اشتراکیت سے کچھ واسطہ نہیں“

لینن اینڈ گاندھی کا مصنف رین فلپ لکھتا ہے۔

لینن نے بار بار اپنی تقریر و تحریر میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اشتراکیین کے عمام و خواص کا نصب العین حیات ہی یہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر ممکن کوشش صرف کر دیں کہ غلامی اس کا غلبہ و تسلط سطوت و حکومت چھین جائے۔ کیونکہ اشتراکی نظام کا بدترین دشمن خدا کا وجود ہے۔“

مقدمہ سازش میں میرٹھ کے ملازم مسٹر نمبیکار نے اپنے بیان میں کہا تھا۔

”میں اس امر کو صیغہ اخفا میں رکھنا نہیں چاہتے۔ کہ ہم (اشتراکیین) دنیا کے تمام مذاہب کے خلاف ہیں۔ اور ہم کبھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ دنیا میں مذہب کی تبلیغ ہو۔ یا کوئی اشتراکی مذہبی عبادات و مناسک کو ادا کرے۔“

اس کی تصدیق دوسرے ملازم مسٹر ادھیکار نے ان الفاظ میں کی تھی۔

”میں یہ حیثیت اشتراکیین اور مادہ پرست مذہب اور خدا کے دشمن ہیں۔ لینن نے اسی بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ مذہب کے خلاف ہی جنگ اسی زور و شدت سے جاری رکھی جائے جس طرح جماعتی تفریق کے خلاف جنگ ہو۔ چنانچہ اشتراکیین کی پانچویں کانفرنس میں مذہب کے متعلق جو فیصلہ کیا گیا وہ بالکل عیاں ہے کہ سرمایہ داری کے تعصبات اور تعقیم پرستی کے مقابلہ کے لئے سب سے پہلے مذہب سے جنگ کرنا ہوگا۔ اور اس کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ بالخصوص مزدوروں کی اس جماعت میں جہاں ان کی روزانہ زندگی میں مذہب عمیق اثر پیدا کر چکا ہے۔“

چنانچہ پانچویں کانفرنس کے مولہ بالاشق کے الفاظ یہ ہیں۔  
”مذہب، حکومت اور کلیسا کے خلاف جنگ کرنا“

اس اصول اور اصول کی فراموشی تصریحات کے ماتحت مار فروری ۱۹۲۲ء کو حکومت سوویٹ روس نے فیصلہ کر دیا کہ قحط سالی کے دفعیہ کی آڑ میں تمام عبادت گاہوں کی املاک ضبط کر لی جائیں۔ (روسیا رپورٹ تیار کردہ والٹر ڈیورنٹی)۔

یہی نہیں بلکہ ماسکو یونیورسٹی کے پروفیسر ویلیس ہیک نے اپنی کتاب موسومہ ”ریجن اٹرومی سوویٹ میں جو درحقیقت روس کی تائید میں ہے لکھا ہے۔“

”بالشویک کڑواہ پرست اور دہرتہ میں۔ مذہب ان کے نزدیک ذورجہات کی قلبی گراہی کا نام ہے۔ یا ایک فریب ہے۔ یا آفیون“ ہے۔ اور کلیسا ان کے نزدیک اقتدار پسند جماعتوں کا ایک ڈھونگ ہے جو زیر دست انسانوں کے تذل اور تعہد کی خاطر وضع کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک اشتراکیت کی تہذیب جدید میں مذہب کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر لکھتا ہے۔ ”اشتراکین محض اپنی جماعت کے اراکین سے ہی اس دہریت کا اقرار نہیں لیتے۔ بلکہ غیر اشتراکین میں بھی ان عقائد کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ اور آنے والی نسلوں کے افراد کے نصاب تعلیم کی اس انداز سے تشکیل کرتے ہیں کہ وہ خود بخود ایسے لامذہبی معتقدات کو ذہن میں لئے ہوئے آگے بڑھیں۔“

آگے چل کر تحریر ہے۔ ”ان کے نزدیک زندگی صرف اسی دنیا کی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ کسی آخری زندگی کے قائل نہیں۔ ان خیالات کی نشر و اشاعت کے لئے ان کی سوسائٹیاں قائم ہیں۔ جنہیں جمعیت منکرین خدا (یونین آف دی گاڈلس) کہا جاتا ہے۔ ان جماعتوں کو اشتراکی پارٹی کی پوری امداد حاصل ہے۔“

۱۹۳۲ء میں اسی انجمن (منکرین خدا) کے صدر یاروسلاو سکی کی تقریر کے اقتباسات اخبارات میں شائع ہوئے تھے۔ جن میں اس نے اپنی انجمن کے اراکین کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ کہ ”جو کہ خدا کے خلاف پروپیگنڈا کچھ شست پڑ گیا ہے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ مذہب کا فکوفہ پھر نہ پھوٹ نکلے۔ لہذا ضرورت ہے کہ پروپیگنڈا نہایت شد و مد سے کیا جائے۔“

(ہندوستان ٹائمز مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۲ء)

۱۹۳۲ء میں روس کے اندر اس مخالف الوہیت سوسائٹی کے ممبروں کی تعداد پچاس لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ (انڈین سوشلسٹ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۲ء ص ۳۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اشتراکیوں کو مذہب سے بیرہے۔ اور جہاں کہیں انہیں موقع مل سکے

اس کی بجائے کہ اپنی ہی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ایک مستند غیر مسلم مبصر ہاکر کی کتاب ریٹ پرائیٹنگ گھاٹ کے چند صدیوں اقباسات سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشتالیوں کو صرف معاشی معاملات سے دلچسپی ہے۔ لیکن معاشی اور دوسرے اہم مصالح کی وجہ سے وہ شہریوں کی تمدنی اور ذہنی زندگی سے پوری دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ مذہب پر بھی پوری نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ انہی سمجھ کے مطابق اشتالییت مذہب کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ وہ اسے اپنے پروگرام کی راہ میں ایک رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ اپنے طویل مدتی و تمام مذاہب کے ترک کا عندیہ ہی چکے ہیں۔ وہ دوسروں کے مذہبی عقائد کا بھی قلع قمع کر دینا چاہتے ہیں۔ اشتالییت کے ارکان دہریت کی قسم کھا بیٹھے ہیں۔ ”نئی سماجی فکر کا انحصار“

اشتالی اور باب بستا و کشاد مذہب کے کھلے دشمن ہیں۔ حکومت اسکولوں میں مذہبی تعلیم کی اجازت نہیں دیتی۔ مذہبی مطبوعات کی اشاعت پر پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ اخباروں، رسالوں، عام جلسوں اور متحرک تصویروں کے ذریعہ مذہب کے خلاف پروپیگنڈا کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ (ص ۱۷۹)

اس سلسلہ میں مشہور ہل فلم کوئی فلیشر کے چشم دید تاثرات بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

بالٹو ایک مذہب کے دشمن اور کلیسا کے مخالف ہیں۔ روس کے مذہبی لیڈر یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بالٹونزم میں ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں۔ بالٹو ایک تمام مذہبوں کو ایک خلاف عقل اور بے وقت کی چیز شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے نصب العین کی ایک تصویری تشکیل یوں دیکھنے میں آتی ہے۔ کہ ایک نومند مزدور ہاتھ میں ہتھوڑا لئے گرہوں، دیروں اور مسجدوں کو منہدم کر کے آسمان کا رخ کئے ہوئے ایک زینے پر چڑھ رہا ہے۔ اور وہاں ایک سیاہ آتشیں ویو اس مزدور کو آتا ہوا دیکھ کر سہا جا رہا ہے ڈائریکٹر ریشیا ۱۹۵۲ء)

مارکس کے مادی فلسفہ کی بناء پر اشتراکیت اور لادینیت میں ایک طبعی لزوم ہے۔ دنیا کی تاریخ کو طبقاتی اور معاشی کشمکش کی داستان مان لینے کے بعد جیسا کہ مارکس کا نظریہ اور اشتراکیت کی بنیاد ہے۔ کسی مذہب کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کوئی وحی، نبوت، الہام، تعلیم نہیں کیا جاسکتا۔ وہ فلسفہ جو نری مادیت پر مبنی ہے۔ جو دنیا کو صرف خدات کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے وہاں کسی مذہبی یا روحانی تصور کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں مادہ ہی سب کچھ ہے۔ روٹی ہی خدا ہے۔ انسان خود خالق کائنات ہے۔ کسی غیر مرمی خالق کائنات کا تصور ہی ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں دوسرے حوالوں کے ساتھ مشہور ماہر اشتراکیت اور ہندوستان میں چوٹی کے اشتراکی مفکر کامرلڈ ایم ان رائے کے ایک مضمون کا اقتباس درج ذیل ہے۔



موشولم کا فلسفہ مادیت ہے۔ جو مذہب کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ اور - دعائیت کو تسلیم نہیں کرتی۔ دوسرے لفظوں میں زندگی اور مخلوقات کے مذہبی نظریہ کی تردید کرتی ہے۔ موشولم اور مارکس کی تعلیمات کا بنیادی جزو جدلی مادیت ہے۔ ..... اس کے یہ معنی ہوئے کہ مارکس کے فلسفہ میں انسان کسی قدرتی طاقت کے ہاتھ میں آکر کار نہیں ہے۔ انسان اس دنیا کا جس میں وہ رہتا ہے خالق ہے۔ انسان موصافاتی کا خالق ہے۔

یہ ایک طویل مضمون کا اقتباس ہے۔ جو ان کے اخبار انڈی پنڈنٹ، انڈیا میں شائع ہوا تھا۔ بحث کے آخر میں لکھتا ہے: ”بہر حال ایک شخصی خدا کا عقیدہ یا عبادت کی تاثیر کا یا عالم کا مذہبی تصور ہو یہ بالکل واضح ہے کہ ان تصورات میں سے کوئی بھی کسی طرح مارکسی نظریہ حیات اور انسانی جدوجہد سے میل نہیں کھا سکتا۔“ (انڈی پنڈنٹ انڈیا ۲۲ جنوری ۱۹۵۷ء)

لینن کے مضامین و خطبات کا ایک مجموعہ - جس میں صرف مذہب سے متعلق اس کی تحریریں اور خطبہ جمع کئے گئے ہیں۔ اور ان خطبوں اور تحریروں میں مارکس، اینجلز، لینن تینوں کے اقوال اور نظریے آگئے ہیں۔ اس مجموعہ کے کچھ اقتباسات مختصر پیش کئے جاتے ہیں۔

”مذہب کی تنقید سب تنقید دینی جڑ ہے۔“ (مارکس ص ۱)

یورپ کی مزدور پارٹیوں میں دہریت ایک جان بوجھ ہوئی حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ (اینجلز) مارکیت مادیت کا دوسرا نام ہے۔ اور اس لئے یہ مذہب کی ویسی ہی سخت دشمن ہے۔ جیسی اٹھارویں صدی کی عام مادیت یا فیورباخ کی مادیت تھی۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن مارکس اور اینجلز کی جدلی مادیت فیورباخ اور اٹھارویں صدی کے دوسرے مادہ پرستوں سے آگے جاتی ہے۔ یہ مادی فلسفہ کو تاریخ اور عمرانیات پر استحصال کرتی ہے۔ مذہب کا قلع قمع کرنا مادیت اور مارکیت کی امید ہے۔ لیکن مارکیت کی منزل یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ مارکیت ہمت آگے جاتی ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے۔ ہمیں صرف مذہب کے قلع قمع کرنے کی استعداد پیدا کرنا ہے۔ اور اس کے لئے مادی نقطہ نظر سے اس بات کی تشریح کی ضرورت ہے کہ مذہب اور ایمان عوام میں کیوں مقبول رہا ہے۔ (ص ۱۲)

مذہب کے متعلق عام اشتراکیوں اور روسی اشتراکیوں کے رویہ پر اور ان کے نظریات پر کچھ روشنی تو ڈالی جا چکی۔ لیکن خاص اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ یہ کس طرح پیش آئے اس کا ذکر بھی ان تصانیف میں پڑھیں۔ جو مستند جہاں دیدہ اور تجربہ کار مسلمان مصنفین نے اس سلسلہ میں تصنیف کی ہیں۔ یا بخار اور روسی ترکستان کے دوسرے مہاجرین سے سنیں۔ جو اپنے آبائی وطن کو ترک کر کے افغانستان و پاکستان اور ہندوستان میں سکونت پذیر ہونے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر ذکی علی مصری کی مشہور کتاب

اسلام ان وی ورلڈ میں اس قسم کے مستند حالات موجود ہیں۔ وہاں دیکھ کر تسلی کی جاسکتی ہے۔  
 اللہ ایک جیسی شاہد کی مستند شہادت نقل کر کے اس بحث کو ختم کرنا مناسب ہے۔ مشریم آر  
 مسافری و جنرل نے دو مرتبہ روس کی زیارت کی ہے۔ (۱۹۳۸ء) جمہوریہ آذربائیجان کے ایک ممتاز کمیونسٹ  
 انفر سے اپنی گفتگو نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ میں نے دریافت کیا ؟  
 کامریڈ۔ اب کچھ اپنی مخالف الوہیت تحریک کے متعلق سنائیے۔ میں خود بھی آزاد خیال ہوں اسلئے  
 مجھے خاص طور پر دلچسپی ہے۔ جواب ملا۔

ہم نے روس کی طرح یہاں مذہب کے خلاف دھواں دھار تحریک نہیں چلائی، سرمایہ داری کی  
 طرح مذہب کو ہر ایک جنبش قلم نہیں ختم کیا جاسکتا۔ ہماری پالیسی بہت محتاط رہی ہے۔ توہم پرستی کے  
 خلاف سائنٹفک نقطہ نگاہ پیدا کرنے کے لئے ہم نے زیادہ تر تعلیم پر اعتماد کیا۔ نتیجہ بہت عرصہ افزا ہے۔  
 نوجوان بالکل لاد مذہب ہیں۔ اور تو اور اجتماعی مزرعوں میں کام کرنے والا مسلمان کا شکار بھی سمجھتا ہے کہ اب  
 وہ دوسری دنیا میں امام کی خاطر کچھ زیادہ کام کر کے طاؤں کو نقد دینے کی مصیبت سے بچ گیا ہے۔ میں یہ  
 نہیں کہہ سکتا کہ روسی حکمت عملی غلط تھی۔ وہاں لوگ تبدیلی کے لئے نسبتاً زیادہ تیار تھے۔ اس لئے وہ  
 زیادہ تیز جاکے (سودیٹ سائنڈ لائٹر ازم آر مسافری مع بیش لفظ از پنڈت نرو بمبئی ۱۹۳۸ء)  
 (دہاتی آئندہ)

## تبلیغی کتا ہیں!

### جام حیات

حیات بعد الموت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علی  
 صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آزار طرز تحریر سے مبرا تحریر کرائی گئی ہے۔  
 جو کہ ہر دو فریق کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے۔ مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے  
 یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدرسین دارالعلوم عربیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر  
 کرائی تھی۔ جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔  
 قیمت صرف ۹۰ محمولہ ڈاک ۱۰

مولانا مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب مرحوم بھروی۔ اس کتاب میں  
 مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے

صوفیاء کو کام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۴۰ محمولہ ڈاک ۱۰

ملنے کا پتہ ۴۰ منیجر جریڈ لا شمس الاسلام بھیرہ (مغربی پاکستان)

# فلسفہ اجتماعیت

(گزشتہ سے پیوستہ) ۲ (محترم مولانا محمد فاروق صاحب لائبریری)

مخاطبین کو جماعت میں غمبولیت کی دعوت، تقویٰ و اخلاق کے اسلامی پروگرام سے بہتر مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ جب لوگوں کو جماعت کی طرف دعوت دی جائیگی۔ تو پند و نصائح کی جگہ ایک آسان طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ روحانی متعدی امراض کے مرضی کی کثرت کا یہی علاج ہے۔ یہ وہی انداز دعوت ہے جسے آغاز دعوت اسلام ایمان لاؤ (اقرار تو حید و رسالت کے ساتھ اسلامی جماعت میں شریک ہو جاؤ) کہا جاتا تھا۔ اجتماعی تنظیم کا رنگ اور جماعت کی قرابت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ شخص مبادلہ حال پر از خود آمادہ ہو جاتا ہے۔ جماعت میں تحلیل ہو کر اپنے آپ کو ان باتوں کا پابند محسوس کرتا ہے جو جماعت کے آزاد میں مستلزم نہیں۔ قومی روایات، رسومات عروجہ و نظام حکومت اور تعلیم و تربیت کا اثر ایسا ہوتا ہے جسے آسانی سے وائل نہیں کیا جاسکتا۔ جماعتی زندگی کی تدریج رفتہ رفتہ ان میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ اور انہیں عوامل کے ذریعہ سے ایک صالح معاشرہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

اجتماعی علم النفس کے ماہرین نے آج اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ جماعت سب سے پہلے اکابرین قوم کو اپنے ساتھ اشتراک عمل کی دعوت دے۔ لیکن اسلام نے اس کا عملی نمونہ اس دور میں قائم کر دیا تھا۔ جب علم و عقلی سے دنیا نا آشنا تھی۔ اور جسے دور جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی الہی کے مہبوط کے بعد سرزمین عرب کے اندر ایک مذہبی جماعت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ وہ قوم ہے جس کے آبا و اجداد مذہب اور علوم، حکومت اور نظام سے قطعی ناواقف ہیں۔ بعثت کے تیسرے سال سرداران قوم کو دعوت طعام دی جاتی ہے۔ جس کا مقصد دعوت حق ہے اس صدائے حق پر صرف ایک حقیر سی بستی بیک کمتی ہے۔ جو آگے چل کر امیر المؤمنین بن گئے۔

اس جماعت کا اجراء ایسی ہی مقدس ہستیوں کے ہاتھوں ہوتا ہے جو تاریخ میں اعظم رجال کے القاب سے مشہور ہیں۔ قانون فطرت کے مطابق اس قوم میں بھی صالح عناصر منتشر طور پر موجود تھے۔ دعوت کے آغاز ہی میں انہوں نے دین فطرت کی تصدیق کی۔ انفرادیت کے ملاپ سے اجتماعیت نے جنم لیا۔ یہ پہلا مرحلہ تھا جہاں حکمت و عدالت سے کام لیا گیا۔ کہ کسی کی بد اخلاقی پر تنبیہ و جرح میں کی گئی۔ پہلی دعوت جو جماعت کے سلسلہ میں اٹھی وہ ایمان باللہ تھا۔ جس کی اساس ایک نہایت مختصر مگر جامع آیت میں مضمر ہے کلمہ طیبہ جسے اللہ و رسول کی معرفت کا نشان کہنا چاہئے۔

ہر جماعت اپنے بنیادی اصول رکھتی ہے۔ جس سے متفق ہونا اسکی جزئیات و فروعیات سے اتفاق کرنا ہے۔ اسلام کا یہ اصل الاصول تھا۔ جب مخاطبین نے تسلیم کر لیا کہ خدا کے سوا ہمارا کوئی آلہ نہیں اور آلہ کے تمام مفہوم کو سمجھ لیا۔ تو الہیت کے ترجمان کی ذات یعنی رسالت پر بھی ایمان لے آئے۔ اس ایک کلمہ کے اقرار سے اسلام کے تمام اصول و عوامل انکے لئے مستلزم حیات ہو گئے۔ اسی کا نام ایمان و اسلام ہے۔ جسے آج بھی اسی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی دعوت میں مخاطبین کی قباحتوں، اعمال شنیعہ، اور عیوب وغیرہ پر کوئی قرض نہیں کیا جاتا تھا۔ اشاعت و تبلیغ میں ایک حکیمانہ ترتیب و تدریج کو بہر حال ملحوظ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور جماعتی زندگی میں یہی ترتیب و تدریج جماعت کا سرمایہ حیات ہے۔ اس سے یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ جماعت ہر فرد کو جس کا کردار مشتبہ اور اخلاق فواحش کے انتہائی مقام پر ہو عائدہ ساتھ لئے پھرے۔ جملہ کا ایک جسم غفیر اپنے ساتھ لائے جو غیر شعوری طور پر نفی و اثبات میں شور و غوغا کرتے رہیں۔ بلکہ جماعت پر ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے اور خصوصاً کامیابی کے بعد یہ سیلاب ضرور آتا ہے کہ عوام غیر شعوری طور پر گروہ در گروہ شامل ہو جاتے ہیں۔ اور جماعت انہوہ کثیر اور اتر دحام سفہا سے مرکب ہو کر معمور ہو جاتی ہے۔ اس ثقل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ افراد کے ضعیف یقین کے باعث اختلاف انتشار پھیل جاتا ہے۔ جماعتی نظام اور دعوت حق کے سلسلہ میں ایک آخری بات قابل ذکر ہے۔ کہ جماعت اگر اپنے مقصد قیام کو پورا نہ کرے یا اس کے عمل میں کوتاہیوں کا شائبہ پایا جائے تو اس کے قیام کی نسبت اسکا استیصال بہتر ہے۔

گذشتہ مباحث کا حاصل بالاختصاص یہ ہے۔

مسلمانوں کے اندر ہمیشہ ایک جماعت کا قیام فرض ہے۔ جس فرض اقامت دین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔ دعوت و اشاعت کے سلسلہ میں جماعت اپنے مخاطبین کو شرکت کی دعوت دے۔ اگر جماعت کے اندر روح و جان موجود ہوگی تو اس کا عمل دوسروں کو متاثر کئے بغیر نہ رہے گا۔ اگر جماعت اپنے مقصد بخت کو پورا نہ کرے تو اسکی بجائے دوسری جماعت کی تشکیل کی جائے۔ البتہ اس عزل و لقب میں حدود اللہ کا بہر حال احترام ملحوظ رکھا جائے۔

سرخ نشان ○ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئیندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ پی۔ ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے۔ کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطمینان دین۔ خدا را دی۔ پی۔ واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ غلط و کوتاہی کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (غلام حسین منیر)

# عرفان قرآن

(مولوی نعل انجش صاحب کوثر منشی فاضل ہڈالی)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ انسان طبعاً موت سے نفرت

کرتا ہے۔ خوف کھاتا ہے۔ یہ ایک ایسی غلط فہمی ہے جس میں تقریباً ہر ایک شخص مبتلا ہے۔ اسکی وجہ حقیقت موت سے جہالت و غفلت ہے۔ قرآن حکیم نے موت کے تذکرہ کو نہایت اہمیت سے بیان فرمایا۔ انسان کو اگر اس بات کا یقین ہو کہ موت صرف روح کے بدن سے قطع تعلق کا نام ہے۔ جس پر انسان صرف ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے۔ یا عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو اس قدر خائف و لرزاں نہ ہونے پائے۔

بچہ ماں کے شکم میں ایسی حالت میں ایام حمل کو پورا کرتا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے باہر آنا نہیں چاہتا۔ وہاں نہایت خوش زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔ جب باہر آتا ہے تو روتا ہے۔ کیونکہ اس کے آرام میں خلل آتا ہے۔ لیکن ولادت پا کر جب عالم دنیا کے اندر لذائذ سے متمتع ہونے لگتا ہے تو پھر واپس ماں کے پیٹ میں جانا نہیں چاہتا۔ یہی حال انسان انسان کا عالم دنیا سے موت کے وقت علیحدہ ہونے پر ہوتا ہے۔ اگر اسے یقین ہو کہ یوم موت عالم آخرت میں اُس کا یوم ولادت ہے تو قطعاً موت کا خوف اُس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ ہاں موت کا خوف ایسے لوگوں کو ضرور ہوتا ہے۔ اول ایسے اشخاص جو جہالت سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ انسان صرف مادی زندگی تک ہی انسان ہے۔ اس کے بعد اس کے لئے اور کوئی زندگی نہیں۔ اس لئے وہ لذات جسمانی سے علیحدہ ہونا ناگوار خیال کرتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ اسی دنیا میں زندہ رہیں۔ اور حظوظ نفسانی سے لطف اندوز رہیں۔

جیسے گوبر کا کیرا گوبر میں خوش رہتا ہے۔ اور باغ کی لطیف زندگی سے بے خبر ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی نسبت قرآن حکیم فرماتا ہے۔ وَلَنَجْذِئَهُمْ أَحْذَرُ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَوتِهِ وَ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوْمَئِذٍ أَحَدًا هُمْ لَوِ يَعْمُرُونَ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُمْ بِمُزَحِّزِهِ مِنَ الْعَذَابِ إِنَّ يُعْمَرُونَ أَيُّهُ لَوْ كَانُوا يَشْعُرُونَ ۝ لوگ نہایت حسرت و الم کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہوتے ہیں۔

دوسرے ایسے لوگ جو مابعد الموت کی زندگی پر ضعیف سا ایمان تو رکھتے ہیں۔ مگر اپنے گناہوں کی وجہ سے آنے والے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنے دل سے رجوع الی اللہ ہو کر توبہ کریں۔ اور کسی عالم ربانی کے تاج رہ کر عمل صالح شروع کریں۔ انشاء اللہ العزیز یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

خاص قسم کے لوگوں کا بھی یہ حال ہے کہ ایک جماعت تو موت کے وقت کا نہایت غنہ پیشانی سے انتظار کر رہی ہے۔ یہ مقررین کی جماعت ہے۔ اُن کو قرب رحمت کا خصوصی مقام حاصل ہے۔ ایسے عاشقانِ خدا تو دیدارِ الہی یا لقائے الہی کے اشتیاق میں ہر روز اختیاری موت کا مراقبہ رکھتے ہیں۔ وہ تو موت کو جنت کا دروازہ جانتے ہیں۔ اگر موت نہ ہوتی تو جنت میں داخل ہونا کیونکر متصور ہوتا؟

مراد مرثیہ جاناں چہ امن و محیش چوں ہوں ۛ جبرس فریادے دارد کہ بر بندید محمل را  
موت انسان کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف اور ایک رفیع مقام سے شریف مقام کی طرف پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ **الْمَوْتُ نَجْفَةٌ الْمُؤْمِنِ**۔ جیسے بیج یا کھلی جب تک زمین میں بوئی نہ جائے اور اس کے اجزاء میں تفرق و انفصال پیدا نہ ہو۔ تب تک اس کا ایک بار آور درخت ہونا محال ہے۔ اناج کا دانہ جب تک پیسے۔ گوندھنے پکانے اور کھانے کے سارے مرحلے طے نہیں کر لیتا۔ تب تک ہمارا جسد بدن نہیں بنتا۔ موت اگرچہ بظاہر ہیکل جسمانی کے فاسد ہونے کا موجب ہے۔ مگر درحقیقت انسان کا اپنے اشرف الغایات سے اتصال پانا ہے۔ اسی خیال سے بعض اہل تحقیق نے جو حقیقت انسان اور انجام موت سے آگاہ ہیں۔ فرمایا ہے۔ **الْمَوْتُ جَسْرٌ يُؤْصِلُ الْكَافِيَ إِلَى الْخُلُقِ** یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام موت کو دوست رکھتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے **اللَّهُ يَسَّيْجُرُ الْمُؤْمِنِينَ وَجَنَّةُ الْكَافِرِينَ**۔ اسی لفت کی طرف اشارہ ہے۔ منافقوں و کافروں کی اصلاح کا موت کے بعد بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ ان کو بُرے اعمال کی سزا ملتی ہے۔ اسلئے ایسے لوگ موت کیلئے قطعاً طیار نہیں لیکن موت ایک اہل امر ہے۔ **لَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا**۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ لہذا اس دار ابتلا و امتحان میں موت کا تصور اصلاح اعمال کے لئے از حد مفید ہے۔ کفٰی بِالْمَوْتِ وَاعْظَا۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے انسان اور اسکی موت کی حقیقت کو معلوم کر لیا ہے۔ علائقِ دنیا کو مختصر کر کے موت کے انتظار میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔

ہ آئے عشاق گئے وعدہ فر دایسکر ۛ  
(باقی آئندہ)

1000

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵۰